DR. Afsar Kazmi

اکبر الہ آبادی

ہر بڑا فنکار اپنی انفرادیت سے پہچانا جاتا ہے۔ اور اسکی انفرادیت کے تعین میں کئی اسباب کارفرما ہوتے ہیں۔ موضوع کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن موضوع کی یکسانیت مختلف فنکاروں کے یہاں ہو سکتی ہے۔ خصوصاً ایک ہی عہد میں جینے والے فنکار عموماً ایک طرح کے حالات سے دوچار ہوتے ہیں۔ اس لئے موضوعات کی یک رنگی فطری ہے۔ لہذا فنکار کی اہمیت و انفرادیت ماورائے موضوع اور اس کے اسلوب سے متعین ہوتی ہے۔

اکبر نے جس عہد میں شاعری کی ابتدا کی وہ غزل کے زوال کا عہد تھا۔ داغ اور امیر مینائی کا طوطی بول رہا تھا۔ خصوصاً داغ کی معاملہ بندی اور عاشقانہ غزل گوئی اور زبان کی چہل پہل، کامل ایک دنیا بن چکی تھی۔ اور داغ اپنے عروج پر تھے۔ داغ دہلوی کی شاگردی کر رہے تھے۔ اکبر الہ آبادی مزاج اور اسلوب کے اعتبار سے دبستان لکھنؤ کے نمائندہ تھے۔ لیکن عاشقانہ غزل کا غزل گوئی کے دور عروج میں اقبال کی طرحداری لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگی تھی۔ اکبر نے معاملہ بندی اور چونچلے بازی سے اپنا دامن چھڑا لیا۔ زمانے کے بدلتے ہوئے تیور کو پہچانا اور اپنے عہد کے تقاضوں کو طنز و مزاح کے لئے سانچا بنایا۔ قدریں ایک دوسرے سے متصادم تھیں۔ جدید و قدیم پیدا کردہ ستم ظریفی میں الجھے ہوئے تھے۔ فرد اور معاشرہ حالات کی ستم ظریفی میں الجھے ہوئے تھے۔ اکبر الہ آبادی نے ایک دیدہ ور شاعر کی طرح مضحکہ خیز پہلو کو دیکھا، سمجھا اور اپنے مخصوص انداز میں طنز و مزاح اور ظریفانہ لب و لہجہ میں اپنی شاعری کو پیش کیا۔

اردو میں طنزیہ شاعری کی ابتدا سودا کی ہجویات سے ہو چکی تھی۔ لفظوں کی چہل پہل اور لہجے کی نشتریت کے اعتبار سے سودا کا مقابلہ مشکل ہے۔ جو سودا کے سانچے بڑے ہیں دراصل ان دو مختلف سکا ہے تو وہ دو زمانوں کا فرق ہے۔ اکبر کے دور میں نئی اور پرانی دو مختلف تہذیبوں کے درمیان آمیزش اور آویزش کی انتہا نمایاں تیز ہو چکی تھی۔ بقول رشید احمد صدیقی:

"اکبر کے کلام سے ہم پوری طنز و ظرافت کی تمام تاریخ مرتب کر سکتے ہیں ——"

اکبر نے اپنے عہد کی مضحکہ خیزیوں کا کھل کر مذاق اڑایا ہے۔ اور اس کے لئے زبان کی برجستگی، لچکیلی اور موثر زبان استعمال کی ہے۔ آل احمد سرور نے اکبر الہ آبادی کی شاعری کے تعلق سے اپنے خیالات کا اظہار کچھ اس انداز میں کیا ہے۔

"اکبر کے دلچسپ فقرے، بھڑکتے ہوئے اشعار
اور بامعنی اشارے ہمارے عہد کا قیمتی سرمایہ
ہیں۔ ادب میں شخصیت سب کچھ نہ ہوتے ہوئے
بھی بہت کچھ ہے۔ آج وہ غالب کے بعد
سب سے بڑے مزاح نگار ہیں ــــ"

اکبر کی عظمت سے انکار نہیں لیکن غالب سے موازنہ بے معنی ہے۔ اکبر کی سطحیت ان کے مزاج کی مشرقیت کے تناظر میں اور بھی گراں گذرتی ہے کبھی کبھی وہ گالی گلوچ پر بھی اتر آتے ہیں، جیسے

یورپ کی لیڈیاں بھی ترکی حرم میں آگھسیں
مخلوط ہو گئے دنیا میں مشغلے باہم کے
اب کر کے ان پہ قبضہ کہہ دیں یہ ترک اوئے
مسلمانوں کا ان سے بدلہ لیا ہے ہم نے

ان کمزوریوں اور خامیوں کے باوجود اکبر کی شاعری کا بیشتر حصہ ہماری طنزیہ و مزاحیہ شاعری کا سرمایہ ہے۔ قدرت نے اکبر کو ذہانت فیاضی عطا کی تھی زبان کے معاملے میں اکبر دبستان لکھنؤ کی بول چال کی تقلید کرتے ہیں۔ جیسے

مجنوں کی پیاس کو بجھا لی
لیلیٰ کچھ باولی نہیں تھی

اکبر کا ماننا تھا کہ انگریزی تعلیم سے مسلمانوں کا نقصان ہو جائیگا۔ لیکن سرسید کا یہ ماننا تھا کہ اگر مسلمان انگریزی تعلیم حاصل نہیں کریگا تو پھر دنیا کے کسی دوسرے بڑے شعبے میں مسلمان کوئی مقام حاصل نہیں کرسکتا۔ اس لئے انگریزی تعلیم حاصل کرنا مسلمانوں کیلئے ضروری ہے۔ اکبر اس کے خلاف تھے۔ سرسید اور اکبر کا ٹکراؤ لازمی تھا۔ ایک انگریزی تعلیم کی حمایت کر رہا تھا اور دوسرا مخالفت کے سخت مخالف تھے۔ اکبر سرسید کے نظریے

حاضر ہوا میں خدمت میں سید کے ایک رات
افسوس ہے کہ ہو نہ سکی کچھ زیادہ بات
وہ بولے کہ تم پہ دین کی اصلاح فرض ہے
میں چل دیا یہ کہہ کے آداب عرض ہے ۔

اکبر قافیہ پیمائی کے بھی دلدادہ ہیں ۔ اور اپنی ضروریات کے مطابق برجستہ الفاظ اور دلچسپ قوافی ڈھونڈ کر لاتے ہیں

پیری میں کم ہمت ہے وہ فرماتے ہیں تن جا
قالب میں نہیں ہاتھ تو کیا ہو سکے پہنچا

ہجر کی شب یوں ہی کاٹو بھائی
ان کا شکوہ کر کے کیا لو بھائی

پڑھنا پڑا ہے حروف الف با تا کا
پہننا پڑا ہے پاؤں پاتابا کا

لپٹ بھی جا ارے اکبر غضب کی بیوٹی ہے
نہیں نہیں پہ نہ جا یہ حیا کی ڈیوٹی ہے

اکبر کی لفظیات کا خزانہ وسیع ہے انہوں نے اردو فارسی اور عربی کے علاوہ انگریزی الفاظ دھڑلے سے استعمال کئے ہیں ۔ اکبر نے ضرب الامثال کو بھی بڑی ہنرمندی سے برتا ہے

دنیا بھی آپ دوست ہے قائم نہ دین ہے
اس کی طلب میں شیخ بھی کوڑی کا تین ہے ۔

اولاد مرزا ہر طرف بدنام ہوں
ملک مبارک ہو وارث اسلام ہیں ۔

اردو میں لفظوں کا کھیل پرانا ہے اسلئے اردو کے مزاحیہ شاعروں کو wit کی شاعری میں خاصی کامیابی حاصل ہوئی ہے ۔ اکبر نے جگہ جگہ اس سے کام لیا ہے

سو قوم کے غم میں ڈنر کھاتے ہیں حکام کے ساتھ
رنج لیڈر کو بہت ہے مگر آرام کے ساتھ ۔

یوسف کو نہ سمجھے کہ حسیں بھی ہے جواں بھی
شاید نرے لیڈر تھے زلیخا کے میاں بھی

امیجری کے ذریعہ اکبر ایک خاص طرح کی ڈرامائی فضا پیدا کر دیتے ہیں جیسے

- پیتا ہوں شراب آبِ زمزم کے ساتھ ۔
  رکھتا ہوں اونٹنی بھی ٹم ٹم کے ساتھ ۔

- اسلام کی رونق کا کیا حال کہیں تم سے
  کانسل میں بہت سید مسجد میں فقط جمن

- بتائیں آپ کو مرنے کے بعد کیا ہوگا
  پلاؤ کھائیں گے احباب فاتحہ ہوگا

- دعویٰ بہت بڑا ہے ریاضی میں آپ کو
  طولِ شبِ فراق کو ذرا ناپ دیجئے ۔

- ہم تو کالج کی طرف جاتے ہیں اے مولویو
  کس کو سونپے تمہیں اللہ نگہبان ہے

جب کبھی سماج میں جدید و قدیم تصورات کا تصادم ہوگا اور مضحکہ خیز صورت حال پیدا ہوگی اکبر کے لفظوں کی نشتریت اور برجستگی ہمیں ہنسانے کی اور ہنستے ہنستے بھیگی پلکوں کے ساتھ سوچنے پر مجبور بھی کرے گی اکبر کے فن کی یہی انفرادیت بھی ہے اور عظمت بھی ۔ ظ ۔ انصاری نے اکبر الہ آبادی کی شاعری کے سلسلے میں کہا تھا ۔

"وہ اکبر ہنسا ہنسا کے رلانے والا شاعر ہے ۔"